تعلیم ایک تہذیبی عمل

ابوسعد عبدالعلیم صدیقی

علم یقین وظہور کا نام ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں۔

ایک دینی علم۔ جس سے انسان اپنے رب حقیقی کو پہچانتا ہے اور اس کے حقوق اور اوامر و نواہی کو جانتا ہے۔

دوسرا دنیاوی علم۔ جس سے انسان راکٹ' طیارہ' ایٹم بم وغیرہ تو بنا سکتا ہے لیکن خالق کائنات کی رضا و معرفت حاصل نہیں کر سکتا۔

دنیا میں قوموں کا عروج وارتقاء' ان کی فکری قوت وصلاحیت اور عمل و کردار اور سچی طاقت و قوت کا منبع اصلاً تعلیم و تعلم ہی ہے۔ تعلیم کائنات کی وہ عظیم دولت ہے' جو بے مایہ کو سلطان' بے عزت کو وقار' گمنام کو مشہور اور مطیع کو مطاع بناتی ہے۔ درحقیقت تعلیم ایک تہذیبی عمل ہے۔ حروف شناسی کے ذریعہ فقط شرح خواندگی میں اضافہ اور مادری شعور کا نام نہیں ہے بلکہ اس کے ذریعہ ایک قوم اپنی نوخیز نسل کو اپنے نظریہ حیات' اپنے قومی کردار' اقدار و روایات' آداب و تجربات' ذوق جمال اور لطیف احساسات سب منتقل کرتی ہے۔ تعلیم کے ذریعہ ہی کسی قوم کی تہذیبی شناخت ممکن ہے اور تاریخ شاہد ہے کہ جب کوئی قوم کسی دوسری قوم کو سیاسی سطح پر اپنا غلام بناتی ہے تو وہ اپنے اقتدار کو پائیدار بنانے کے لیے ایک جانب اس کے بہادروں اور جوانمردوں کو تہہ تیغ کر دیتی ہے تو دوسری طرف اس کے نظامِ تعلیم کو اپنے سانچے میں ڈھال دیتی ہے جو اس کی نئی نسل کو خوئے غلامی میں پختہ تر کرتی رہے۔

یہی کام دورِ اقتدار میں انگریزوں نے ہندوستان میں کیا۔ لارڈ میکالے کا تعلیمی نظام کیا تھا؟ فقط ایک سازش تھی۔ دین و مروت کے خلاف۔ اسی طرح اگر آج کسی ملک و گروہ میں تعلیم کا انقلاب برپا ہوتا ہے تو اس کو قوی اور مستحکم کرنے کے لیے ایک نئے نظام تعلیم کا نفاذ لازم وضروری ہوتا ہے' روس میں یہی ہوا تھا اور چین میں موزے تنگ نے یہی رول ادا کیا اور جاپان نے اسی کی بدولت ترقی کی اعلیٰ منزلیں طے کی ہیں۔ یہی نہیں بلکہ دنیا کی ہر فاتح قوم یہی حربہ استعمال کرتی ہے اور کرتی رہے گی۔

علم کی فضیلت

یہ ایک بدیہی امر ہے کہ پڑھا اور اَن پڑھ' تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ' جانکار اور ناواقف دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سورۃ زمر میں فرماتے ہیں:

﴿قل هل يستوی الذين يعلمون والذين لا يعلمون﴾ ''اے نبی پاک صلی اللہ علیہ علیہ وآلہ وسلم اعلان کردیجیے' جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر نہیں ہو سکتے۔''

اس آیت میں اس بات کا اظہار و اثبات ہے کہ تعلیم یافتہ کا رتبہ بلند و بالا ہے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے:

((من سلک طريقا يطلب فيه علما سلک الله به طريقا إلی الجنة)) ''جو شخص طلب علم کے لیے راستہ اختیار کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستے پر چلاتا ہے۔''

مرض الموت میں آپ صلی اللہ علیہ علیہ وآلہ وسلم نے طالب علم کے لیے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا:

((إنه سياتيكم اقوام من بعدی يطلبون العلم فرحبوهم وحيوهم وعلموهم)) ''میرے بعد تمھارے پاس سے لوگ علم سیکھنے آئیں گے تو تم انھیں خوش آمدید کہنا' انھیں دعائیں دینا اور انھیں دینی تعلیم اچھی طرح دینا۔''

ایک موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

((افضل الصدقة أن يتعلم المرء المسلم ثم يعلم أخاه المسلم)) (رواہ ابن ماجہ) ''افضل صدقہ یہ ہے کہ ایک مسلمان تعلیم سیکھ کر دوسرے مسلمان بھائی کو اس کی تعلیم دے۔''

ایک حدیث حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ہے۔ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ ''جو بندہ علم کی تلاش میں نکلتا ہے' فرشتے اس کے لیے اپنے پَر بچھاتے ہیں' جنت کی راہ اس کے لیے کھل جاتی ہے' آسمان اور زمین کی تمام مخلوقات حتیٰ کہ اس کے لیے سمندر کی مچھلیاں استغفار کرتی ہیں۔ عالم کو عابد پر ویسی ہی فضیلت ہے' جیسے بدرِ منیر کو ستاروں پر' علماء انبیاء کے وارث ہیں کیونکہ انبیاء نے دینار و درہم نہیں چھوڑا ہے' جس نے علم حاصل کر لیا وہ بڑی دولت کا مالک بن گیا۔''

سچ ہے:

علم وہ دولت ہے جو لٹتی نہیں
خرچ کرنے سے کبھی گھٹتی نہیں

قرآن کریم نے تخلیق آدم علیہ السلام کے قصے میں اس حقیقت پر روشنی ڈالی ہے کہ حضرت انسان روزِ ازل میں خدا کی تعلیم و توفیق سے چیزوں کے نام اور صفات جان چکا تھا اور آج بھی اپنے انقلاب کے بے شمار مراحل پار کرنے کے بعد اس سرمایہ علم سے چیزوں کے نام' علامات وصفات تک محدود ہے۔ اشیاء کی حقیقتوں سے وہ پہلے بھی بے خبر تھا اور آج بھی' فرشتے تو اس سے محروم ہی رہے کیوں کہ یہ علم خلافتِ ارضی کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے دیا گیا تھا۔

قرآن مجید نے اس حقیقت کے ساتھ اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے۔ علم اسماء آدم کے لیے کافی نہ تھا' چنانچہ اس کو زمین پر بھیجتے ہوئے علم ہدایت کی اہمیت وضرورت اور اس پر عمل کرنے کے فوائد و برکات سے آگاہ کر دیا۔

اسلام کا اولین اعلان مخفی علم کی ضرورت و برتری کا اعلان تھا اور یہ ہر لحاظ سے حق و درست تھا۔ اس لیے کہ علم نہ ہو تو دین کا کوئی معاملہ کماحقہ مضبوط و مستحکم ہو سکتا ہے‘ نہ دنیا کا۔ اسلام نے اپنے ضیاء بار ستاروں کے ساتھ طلوع ہوتے ہی نہایت واشگاف انداز میں اعلان کر دیا کہ علم سینہ بسینہ نہیں‘ زبانوں سے زبانوں کا نہیں‘ کانا پھوسی اور سرگوشیوں میں نہیں‘ اسرار و رموز میں نہیں‘ جھومنتروں میں نہیں‘ ٹونوں ٹوٹکو میں نہیں‘ بلکہ کھلے خزانے ڈنکے کی چوٹ پر برملا ہونا چاہیے تا کہ اس کی تحصیل ہر آدمی کے امکان میں ہو۔ سب کے لیے جائز ہو‘ پڑھنا اور پڑھانا ہر انسان کا مسلم حق ہو‘ امیر کا بھی‘ غریب کا بھی‘ مسلم کا اور غیر مسلم کا بھی‘ عربی اور عجمی کا بھی۔ اسلام کے سب سے پہلے اعلان کا لفظ جو دنیا کے کانوں سے ٹکرایا وہ ’’اقرأ‘‘ تھا۔ حالانکہ اس الٰہی بول کے اولین مخاطب جناب محمد صلی اللہ علیہ علیہ و آلہ وسلم امی محض تھے۔ یہاں اگرچہ ایک اَن پڑھ سے پڑھنے کا مطالبہ بے معنی معلوم ہوتا ہے مگر نہیں یہ مطالبہ اس لیے ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ علیہ و آلہ وسلم امی کے ذریعہ جو وحی الٰہی دنیا کی رشد و ہدایت‘ فلاح و بہبود کے لیے آ رہی ہے۔ وہ کتاب ہوگی‘ یعنی لکھی جائے گی‘ قران ہوگی‘ یعنی پڑھی جائے گی‘ ایسی کوئی بات نہ ہوگی جو زبانوں سے کہی جاتی ہے اور کانوں سے سنی جاتی ہے۔ ’’اقرأ‘‘ کا مطالبہ اس لیے ہے کہ تحریر و کتابت کی ضرورت و اہمیت دنیا پر روشن ہو جائے اور علم کو سینے سے نکال کر کتابوں کی امانت میں دینے کی راہ کھلے۔

﴿اقرأ باسم ربک الذی خلق o خلق الانسان من علق o اقرأ وربک الاکرم o الذی علم بالقلم o علم الانسان مالم یعلم o﴾

’’اپنے رب کا نام لے کر پڑھ‘ جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ تو پڑھتا رہ تیرا رب بڑے کرم والا ہے۔ جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا‘ جس نے انسان کو وہ سکھایا جسے وہ نہیں جانتا تھا۔‘‘

اس آیت میں اللہ کا نام لے کر پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جس کی تخصیص ہو جاتی ہے اور یہ واضح ہو جاتا ہے کہ علم کا سرچشمہ اللہ رب العالمین ہی کی ذات پاک ہے۔ انسان نے جو کچھ علم حاصل کیا ہے‘ اسی سرچشمے کی مدد سے حاصل کیا ہے۔ اسرارِ کائنات اور رموزِ زندگی جو منکشف و ظاہر ہوتے ہیں اسی واحد سرچشمے سے جس کے سوا علم کا فی الواقع کوئی سرچشمہ و منبع نہیں۔ اس لیے ہم امت مسلمہ کا بنیادی مسئلہ احیائے اسلام کے لیے حصولِ تعلیم ہونا چاہیے۔ بغیر اس کے اسلامی نشأۃ ثانیہ کا صحیح طور پر آغاز نہیں ہو سکتا۔ چہ جائیکہ اس کی ترویج و اشاعت۔

مغرب کی علم بیداری نے جس سے ہم بھی متاثر ہیں‘ انقلاب و ارتقاء کا ایسا رخ اختیار کیا کہ آج علوم جدیدہ پر ان کی حکمرانی ہے اور ان ہی کی تخلیق بتائی جاتی ہے۔ لیکن اگر یہی علوم و فنون توحیدی اقدار کے حامل ہوتے تو جدید سائنس‘ ٹیکنالوجی اور علومِ ساجیات کی نسبت خدا کی طرف ہوتی جو حقیقت میں ان کا خالق ہے۔ انھیں چاہیے کہ علم کے ان اہم پہلوؤں کو سامنے رکھیں:

(۱) اسلام کا نظریہ تعلیم اور انقلاب‘ علوم اسماء اور علوم ہدایت کی صحیح ترکیب سے تشکیل پانا۔ (۲) اسلام کی نظر میں تعلیم کا مزاج و منہاج بنیادی طور پر توحیدی ہے اس کا کوئی تعلق دوسرے ماہرین تعلیم و افکار سے نہیں بلکہ اس کا سرچشمہ وحی الٰہی ہے۔ (۳) اسلامی نظریہ تعلیم میں علم کا رشتہ خشیت الٰہی سے وابستہ ہے۔ (۴) اسلامی نظریہ تعلیم میں توحیدی اقدار کے ساتھ داعیانہ

اقدار بھی شامل ہیں' جو اس کا تعلق دعوت و ابلاغ سے پائیدار کرتا ہے اور علم کو اصلاح خلق' انداز' تواصی بالحق اور دعوت الی الخیر کا ذریعہ بناتا ہے اور پھر اسلام نے علم کو بنیادی طور سے تسلیم کیا اور سارا زور حصول علم پر صرف کیا تو اس کا حیرت انگیز نتیجہ یہ سامنے آتا ہے کہ دنیا کی کایا پلٹ جاتی ہے اور آناً فاناً دیکھتے ہی دیکھتے انسان کمال کی اس بلندی پر پہنچ جاتا ہے جہاں تک رسائی کا تصور بھی ناممکن تھا۔

تمدن آفرین خلاق آئین جہاں داری

اور حقیقت تو یہ ہے کہ آج دنیا میں جس قدر بھی انقلاب و ترقی کی منزلیں دکھائی پڑتی ہیں اور قیامت تک جو بھی ترقی ہوگی وہ صرف اور صرف اسلام اور تعلیم دین ہے جس سے انحراف یا انکار کی قطعاً گنجائش نہیں اور اس کے بعد یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گے کہ تعلیم ہی اصل انقلاب ہے۔ جہاں تعلیم نہیں وہاں انقلاب کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اگر تعلیم ہے تو تاریکی اور جہالت کافور ہوسکتی ہے اور انسان ترقی کے اعلیٰ مدارج طے کرسکتا ہے لیکن اگر تعلیم نہیں تو پھر کسی بھی ترقی یا انقلاب کا وجود ناممکن ہے۔

بقیہ: ایمان و عمل

﴿ان الذین امنوا وعملوا الصٰلحٰت کانت لھم جنّٰت الفردوس نزلا خالدین فیھا لا یبغون عنھا حولا﴾ (الکہف: ۱۰۷، ۱۰۸)

''بیشک جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کی میزبانی کے لیے فردوس کے باغ ہوں گے' جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور کبھی اس جگہ سے نکل کر کہیں جانے کو ان کا جی نہ چاہے گا۔

اس وقت امت مسلمہ کی جو صورت حال ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اگر صورت حال کا سچائی کے ساتھ تجزیہ کیا جائے تو برملا یہ کہنا پڑے گا کہ ایمان تو ہے مگر عمل صالح کا فقدان ہے اور دونوں جہان میں کامیابی کا راز ایمان اور عمل صالح میں مضمر ہے۔ اس لیے اگر ہم چاہتے ہیں کہ دونوں جہاں میں سرخروئی اور کامیابی ہمارے قدم چومے تو ایمان میں پختگی اور مضبوطی پیدا کرنے کے ساتھ عمل صالح کے لیے کمربستہ ہونا ہوگا۔ بصورت دیگر دنیوی اور اخروی ذلت و رسوائی ہمارا مقدر ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عمل صالح کی توفیق بخشے۔ (آمین)

بقیہ: سفرِ آخرت کے راہی

آپ بہت بلند اخلاق کے مالک' مخلص اور سچے مسلمان تھے۔ علماء اور طلبہ سے خصوصی محبت فرماتے تھے۔ مسجد دار السلام کی تعمیر میں خصوصی دلچسپی لی۔ علاوہ ازیں اپنے گاؤں چک نمبر 249 گ۔ب میں ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کروائی۔

آپ کی نمازِ جنازہ رات دس بجے آبائی گاؤں میں ادا کی گئی۔ جس میں علماء' طلباء اور عوام الناس نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ جامعہ سلفیہ فیصل آباد' جامعہ تعلیم الاسلام ماموں کانجن کے اساتذہ و طلبہ خصوصی طور پر شریک ہوئے۔ امامت کے فرائض حافظ مسعود عالم شیخ الحدیث جامعہ سلفیہ نے سرانجام دیئے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے اور تمام لواحقین کو صبر جمیل سے نوازے۔ جامعہ کے صدر میاں نعیم الرحمٰن' پرنسپل چودھری محمد یٰسین ظفر' شیخ الجامعہ حافظ عبد العزیز علوی' مولانا محمد یونس بٹ' مفتی عبد الحنان زاہد و دیگر اساتذہ و طلبہ و انتظامیہ جامعہ نے ان کی رحلت پر دلی تعزیت کا اظہار کیا اور مرحوم کی بلندی درجات کے لیے دعا کی ہے۔